رسائل و مسائل !

الیکشن اور خواتین

سوال :۔

حق رائے دہی بالغان *Adult franchise* کے تحت ہماری حکومت نے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی ووٹر قرار دیا ہے ۔ کیا آپ الیکشن میں عورتوں کی شرکت کو صحیح سمجھتے ہیں ؟ اور پھر کیا آپ ان کے لئے ملت کی نمائندگی اور وزارت وغیرہ کا حق بھی تسلیم کرتے ہیں ؟ اس معاملہ میں بہت سی ذہنی الجھنیں پائی جاتی ہیں ۔ مسئلے کی اگر وضاحت ہو جائے تو اچھا ہے ۔

جواب :۔ اس مسئلے میں چونکہ قوم کے ذہین طبقوں میں دو متضاد طرز فکر پائے جاتے ہیں ؛ ایک خالص اسلامی اور ایک خالص مغربی اور ان کے درمیان نظری اور سیاسی دونوں میدانوں میں کشمکش ہو رہی ہے اور پھر ان دونظریوں کے درمیان ایک تیسرا نظریہ نیم اسلامی ، نیم مغربی قسم کا بھی موجود ہے ، بنا بریں خواہ مخواہ ذہن اُلجھتے ہیں ۔ اس الجھن کا حل صرف یہ ہے کہ یا تو اسلام کو ترک کر کے لوگ دین مغربیت سے فتوے لیں یا ہر طرف سے نگاہیں ہٹا کر اسلام کی طرف یکسو ہوں اور اس سے معلوم کریں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے ؟

اسطرح اگر راست فکری (*Straight thin-king*) سے کام لیا جائے تو فی الحقیقت کوئی الجھن نہیں ہے ۔ یہاں بالکل اجمال سے اسلام کا نقطۂ نظر آپ کے سامنے عرض کیا جاتا ہے ۔

اشارہ اوّل :۔ اسلام نے مردوں اور عورتوں میں ان کی فطری صلاحیتوں کے لحاظ سے تقسیم کار کر دی ہے ۔ مرد کے کاندھے پر سیاست و تمدن کے معاملات کا بار ڈالا ہے اور عورتوں پر تربیتِ نسل یا "انسان سازی" کا فریضہ عاید کیا ہے ۔ عورتوں کے سیاست میں شریک نہ ہونے سے کوئی خلل نہیں آتا ، لیکن اگر وہ سیاسی خدمات انجام دینے کے لئے گوشت کے جسموں کو انسان بنانے کے آرٹ سے کنارہ کریں تو تعمیرِ ملت *Nation Buildi-ng* کے پروگرام کو سخت نقصان پہنچتا ہے ۔

چنانچہ اسلام نے عورت کو سیاست و تمدن کے ٹھوس کاموں سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے یہ حکم دیا ہے کہ :-

"وَقَرۡنَ فِي بُيُوتِكُنَّ"

اپنے گھروں میں وقار سے رہو!

اسلام کے نظریہ کی یہ ایک اعلیٰ ترجمانی تھی کہ نبی صلعم نے ایک حدیث میں واضح کر دیا کہ جب "وامورکم الی نساءکم" کی کیفیت پیدا ہو تو روئے ارض سے بطنِ ارض تمہارے لئے بہتر ہے۔ مراد یہ کہ اس صورت کے نمودار ہونے سے وہ تقسیم کار ختم ہو جاتی ہے جسے فطرت اور اسلام نے چاہا ہے اور جس پر سیاست و تمدن کی ترقی کے ساتھ نسل انسانی کی صحیح تربیت کا دار و مدار ہے پس عورتوں کے سامنے وزارت اور رہنمائی ملت وغیرہ کے مقاصد کو لا رکھنا ایک مہلک حرکت ہے۔

اشارہ دوم :- یہ بجائے خود ایک اہم اور قابلِ غور معاملہ ہے کہ اسلامی نظام میں عورتوں کی ایک مستقل نمائندہ اسمبلی مرکزی مجلسِ شوریٰ سے الگ موجود ہونی چاہیے۔

واقعہ یہ ہے کہ دورِ نبوی اور دورِ خلافت میں جب کوئی مسئلہ ایسا سامنے آیا ہے کہ اس میں عورتوں کے مشورہ کی ضرورت پیش آئی ہے تو اسے مردوں نے خواتین سے مشورہ کیے بغیر طے نہیں کیا۔ پس آج ایک وسیع مملکت کے پیچیدہ تر معاملات کو چلانے کیلئے خواتین کی تعلیم یا بچوں کی تربیت اور دوسرے نسوانی مسائل میں بصیرت رکھنے والی خواتین کی ایک منظم مجلس سے مشورے حاصل کرنا حکومت کیلئے صحیح طریق کار ہوگا۔ یہ صورت علیحدگی صنفین (Separation of sexes) کے اسلامی نظم میں بھی کوئی خلل نہیں لاتی۔

اشارہ سوم :- جہاں تک عورتوں کے ووٹ دینے کے حق کا مسئلہ ہے اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ ایک نظیر اس کے حق میں موجود ہے وہ یہ کہ حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ازواجِ مطہراتؓ اور دوسری ذی فہم خواتین کے دروازوں پر جا جا کر ان سے رائیں طلب کی ہیں۔ اگر خواتین کی رایوں سے پرہیز کرنا لازم ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے اور کرتے تو صحابہ کی سوسائٹی بہر حال ان کو ٹوکتی۔

درحقیقت آیتِ استخلاف میں خدا تعالیٰ کی نیابت خلافت دیئے جانے کا وعدہ پوری امت سے یعنی ہر مسلم سے ہے ملت کی اس دولتِ مشترکہ میں عورتیں بھی بہر حال حصہ دار ہیں۔ ووٹ دینے کے معنی یہ ہیں کہ افرادِ امت اپنے اپنے حصے کی خلافت کو ایک فردِ واحد ـــ امیر ـــ کی تحویل میں دے رہے ہیں۔ اس لحاظ سے خواتین کو ووٹ دینے کے حق سے محروم کرنے کیلئے کوئی ٹھوس دلیل نہیں ملتی۔

(بقیہ بر ۲۰…)

بقیہ اشارات

پر نگاہیں مرتکز ہوں گی، وہاں جماعت گروہی عصبیتوں سے بے نیاز ہوکر "صالحیت" کا پورا پورا ساتھ دیگی۔ یہ معلوم رہے کہ صالحیت کا محدود تصور ہمارے سامنے نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، صالح آدمی اس معنی میں مطلوب ہیں کہ اسلامی نظام کو چلانے کے لئے جن ذہنی، اعتقادی اور اخلاقی صلاحیتوں کی ضرورت ہے وہ ان میں قابل اطمینان حد تک بر سرِ عمل ہوں۔ یہ بھی واضح رہے کہ جماعت صرف ایسے قابل اعتماد نمائندوں کا ساتھ دے سکتی ہے جو پرائیویٹ اور پبلک دونوں دائروں میں یکساں صالح ہوں اور جن کی انفرادی زندگی اور اجتماعی سرگرمیوں میں تضاد موجود نہ ہو، نیز جو ایسی سیاسی گروہ بندیوں سے وابستگی ختم کر چکے ہوں جن کے مقاصد، جن کے اصولِ تنظیم یا جن کے طریقہ ہائے کار اسلام کے خلاف ہوں یا اسلام کی ہدایت سے آزاد ہوں ——— ورنہ یہ کچھ بعید نہیں کہ کمیونسٹ پارٹی کے امیدوار بھی نماز روزہ کا نمائشی لبادہ اوڑھ کے میدان میں نمودار ہو جائیں۔

ایسے حلقے جہاں اسلام کے معیارِ صالحیت کے مطابق کوئی ایسا شخص نامزد نہ ہو سکے جو پوری طرح قابل اطمینان ہو، وہاں عوام کی نمائندگی کے لئے فساق و فجار کے مقابلے میں ایسے فرد کو جماعت غنیمت شمار کرے گی جس میں "معصیت فاحشہ" یعنی اسلام سے کھلا انحراف موجود نہ ہو۔ ایسے حلقوں میں جماعت کے لوگ اپنے ووٹ بہر حال بہتر فرد کو دیں گے اور اگر کوئی اُن سے مشورہ طلب کرے گا تو پرائیویٹ طور پر اپنی رائے بتا دیں گے، لیکن جماعت بہ حیثیت جماعت کوئی خاص جدوجہد ایسے مواقع پر نہ کریگی، کیونکہ اس طرح عوام کی طرف سے جو بھاری ذمہ داریاں جماعت پر عائد ہوتی ہیں وہ بغیر اس کے سر نہیں لی جا سکتیں کہ ایک شخص کے علم و بصیرت اور سیرت و کردار پر پورا پورا بھروسہ ہو۔

اگر کہیں (ایک مفروضہ کے طور پر) خدانخواستہ عوام کے اندر سے کسی صالح آدمی کو ابھارنے کے لئے حالات بالکل ہی ناسازگار ہوں اور فسق و فجور کی طاقت پوری طرح فضا پر چھا جانے میں ہماری ساری کوششوں کے علی الرغم کامیاب ہو جائے تو ہمارے لئے شریعتِ اسلامیہ کی رہنمائی یہ ہے کہ ہم کسی غیر اسلامی ذہنیت و سیرت رکھنے والے فرد کو نہ خود ووٹ دیں نہ دوسروں کو اس کا مشورہ دیں! بلکہ جن صالح رائے دہندگان کو ہم فسق کے ہنگامۂ انتخاب کی نجاستوں سے دور ہٹا سکیں، ضرور ہٹائیں۔

گذشتہ انتخابات میں نظامِ باطل کے فاسقانہ الیکشن سے شریعت اسلامیہ کے تقاضے کے مطابق ہم نے جو علیحدگی اختیار کی تھی، اُس پر اگرچہ اُس وقت بڑی لے دے ہوئی تھی، لیکن بعد میں بہت جلد ہمیں محسوس ہو گیا کہ علیحدگی کی اس آزمائش میں اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت و شفقت کام کر رہی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد قوم کے نمائندوں نے جو کارگزاریاں انجام دی ہیں اُن کو دیکھ کر ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ہماری رائیں ان حضرات کو اقتدار دلانے میں شامل نہیں ہیں اور آج ہم پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان حضرات کی لوٹ مار، ان کی چور بازاریوں، ان کی رشوت ستانیوں، ان کی ناجائز الاٹمنٹوں، ان کی جاہ طلبی کی سازشوں کے طوفانِ معصیت میں جماعت اسلامی کے کسی فرد کا کوئی حصہ رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے۔

کسی فاسق و فاجر آدمی کو ووٹ دینا نہ اسلام کی خیر خواہی ہے اور نہ پاکستان کی، بلکہ یہ دونوں کو تباہ کرنے کی سازش میں حصہ لینے کے برابر ہے۔ ایک نااہل آدمی کو ووٹ دینا دراصل اسلام اور پاکستان دونوں کے سینے میں گولی مارنے کے برابر ہے۔ دین اور قوم کی یہ خدمت نہ جماعت اسلامی کا کوئی فرد خود انجام دے سکتا ہے اور نہ اس کے کارکن دوسروں کے ہاتھوں اس کارِ خیر کو ہوتا دیکھ سکتے ہیں۔ اُن سے جہاں تک ہو سکے گا وہ اربابِ فسق کے ہنگامۂ انتخاب سے عوام کو کنارہ کشی کی نصیحت کریں گے۔

جماعت اسلامی کے کارکنوں کا پہلا کام اب یہ ہے کہ وہ صوبہ مغربی پنجاب کے ایک ایک ضلعے اور انتخابی حلقے کے حالات کا ابتدائی جائزہ لینے نکلیں اور عوام کو انتخابات کے بارے میں اسلام کی پیروی کی دعوت دیں۔ پھر وہ حمایتوں اور مخالفتوں کا اندازہ کر کے رائے قائم کریں کہ کہاں کیا حالات ہیں۔ ہمیں متعین طور پر معلوم ہونا چاہیے کہ کن علاقوں میں قوت کے صالح افراد کو برسرِ اقتدار لانے کے لئے کوئی کوشش یقینی طور پر کامیاب ہو سکتی ہے۔ کہاں برابر سرابر کی جدوجہد کے امکانات ہیں اور کون کونسے علاقے ایسے ہیں جہاں فسق و فجور کی طاقت کے پاؤں تلے سے زمین ابھی تک نہیں سرکی۔ اس ابتدائی جائزے (Survey) کو پیشِ نظر رکھ کر ہی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کہاں کس مقدار میں قوت صرف کرنے کی ضرورت ہے

ہر ضلع اور علاقے کے حالات کے پیش نظر کام کا ایک خاص نقشہ تیار کرنا پڑے گا اور اس نقشے کے مطابق کارکنوں اور ذرائع و وسائل کو استعمال کرنا ہوگا۔

ان اشارات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جماعت اسلامی انتخابات کی مہم میں بالکل نئے اصولوں پر حصہ لینا چاہتی ہے۔ یہ ایک ایسا تجربہ ہے جو پہلی مرتبہ پاکستان میں کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے ایک جدید تجربہ ہونے کی وجہ سے جماعت کے بہت سے خیر خواہ یہ سوال دریافت کرتے ہیں کہ کیا جماعت کے سامنے کامیابی کے کچھ امکانات بھی ہیں؟

اس سوال کا جواب ترجمان القرآن کے اگلے شمارہ میں عرض کیا جا رہا ہے!

رسائل و مسائل کا بقیہ

(صفحہ ۲۰۴ سے آگے)

نوٹ:۔ ان مسائل میں اپنے اپنے مطالعہ و تحقیق کو تو پیش کیا جا سکتا ہے مگر حرفِ آخر کی حیثیت تو ان فیصلوں ہی کو حاصل ہوگی جنہیں امت کے علمائے صالحین کی ایک منتخبہ دستوریہ اجتہادی بصیرت کے ساتھ طے کر دے۔